

ابھی سے تھا ہوا کی ایک تازہ و تھلی کی اور اپنے منہ پر پیک
کی ایک اور غلط فہمی اور اگر نہ لگے۔ اس کے ساتھ ہی سانس
کی ایک تجدید ہو کر اس کی داڑھی اور مونچھوں کو دوبارہ سفید کرنے
میں بہت دریک۔ دو سلسل چہار ہوا تمام وقت اس کی مستعدی
میں کوئی کمی نہیں آئی۔ دو جاتا تھا کہ ایک لمحے کی غفلت اسے
بے غلظت جانی نقصان پہنچا سکتی ہے لیکن ایک مؤثر میراں سے بگی
برف کے دھوکے میں پانی کے اور ہم جانے والی جلی برف کے
ذریعہ پاؤں رکھ دیا اور ریلوے سٹیشن پر فٹوں تک جیت خست پانی
میں اتر گیا۔ اس نے اپنی قسمت کو بلند آواز سے کوسا اور پاؤں
ٹھک کرنے کیلئے دوبارہ آگ جلانے کی تیاری کرنے لگا اسے
چھپے چھپے ایک پیکٹ کی امید تھی۔ مگر اس ناگہانی حادثے
کے باعث تقریباً ایک گھنٹہ کی تاخیر ہونے لگا اور پھر اس
مرتبہ اس نے نہایت احتیاط سے آگ روشن کی۔ دو جاتا تھا کہ
پاؤں کیلئے ہوں تو لاڈ آگ کو کم کرنے میں کتنا ہی نہایت نقصان دو
خاتہ ہو سکتی ہے۔ چھپے چھپے پاؤں کے ساتھ آدھی سے ایک تک
دو گھنٹوں کی گزشت درست کر سکتا ہے مگر دوسری حرارت سے
75 سے نیچے ہونے لگی ہوئی ناگہان کو درشت سے امداد نہیں
پہنچائی جا سکتی۔ ایسی صورت میں جتنی تیزی سے دوڑا جائے
جتنی تیزی تیزی سے پاؤں کو ہوجاتا ہے۔

وہ سب چپ جانا تھا لیکن موجودہ صورتحال یہ تھی کہ اس کی ناک میں کھل طور پر بے بس ہو چکی تھیں۔ آگ جالنے کیلئے اسے دھاتے اتارنے پڑے تھے جس کے باعث اس کے ہاتھ کی انگلیاں بھی اکڑ چکی تھیں۔ اس کی چارمیل فی لمخند والی فٹار اس کے دل کی دھڑکنیں جاری رکھنے میں مددگار ثابت ہوئی تھی اور یہی سبب تھا کہ اس کے بدن کے دوسرے حصوں کو خون کی فراہمی جاری رہی تھی۔ مگر اب جبکہ وہ رک گیا تھا اس کے دل کا عمل بھی خطرناک حد تک آہستہ ہوا تھا۔ گوگرد کی سیارے کے اس حصے پر بجندہ کائنات حملہ آور ہوئی تھی اور وہ سیارے کے اس حصے پر موجود ہونے کے باعث مٹنے کی شدت کو اپنی پٹائی میں اترتے محسوس کر رہا تھا۔ اس کا لہو حرارت حاصل کرنے کیلئے اس کے بدن میں مستحضر جا رہا تھا۔ اس کا لہو زندہ تھا اور کتا بھی زندہ تھا اور نندہ لو کہنے کی طرح کہیں چپ جانا چاہتا تھا۔ خوفناک سروی سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جب تک وہ چارمیل فی لمخند کی رفتار سے چلا رہا تھا اس کا لہو دوسرے دوسرے تمام اعضا تک پہنچتا رہا تھا مگر اب لیونگ بدن کے کوئے نگہروں میں بیٹھ کر منہ ڈھانپ رہا تھا۔ جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے، سب سے پہلے انگلیوں نے لہو کی دوری محسوس کی تھی۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں بہت تیزی سے بے حس ہو رہے تھے۔ آگ کا لہو گول کی سطح سے بھی خون کی تپش اترتی جا رہی تھی۔ پورے وجود پر بجندہ فضا بیٹھ رہا تھا۔ مگر وہ محفوظ تھا۔ بجندہ فضا اڑیوں اور گولوں اور ناک کی سطح تک محدود رہے گی۔ آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ بہت جلد وہ ان میں بڑی شامیں جالنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ پھر اپنے پاؤں جڑوں اور جرابوں سے باہر نکلے گا۔ ان پر برف کوڑھ بھائی اور حرارت فرہم کرے گا اور اس کے بعد آگ اس کی تپش سے روبرو حرارت میں واہنے لگے گا۔ آگ اس کی سامانی کی علامت تھی۔ وہ محفوظ تھا۔ اسے

ایک مرتبہ وہ بہت متعلق میں پھنس گیا۔ اگلے پہاڑی
موجودگی دریافت کرنا آسان نہیں تھا۔ اس نے کتے کو لے
جھپٹا جانے کا پلین کرنا ہی جلد جو کرکڑا ہو گیا۔ نگہ آکر اس نے
کتے کو پیچھے سے دھکیلا تو وہ مشت زدہ آوازیں نکال کر ہوا میں
وہل گیا۔ کچھ دیر کے بعد جگہ کے بعد کتہ دوسری سمت نکل گیا
گھر اس کی انگلیں جلی ہوئیں اور دھبے پڑ گئے تھے دیکھتے ایک ہاتھوں
کی ٹہنی نے برف کی شکل اختیار کر لی۔ جانور نے فوراً اپنی انگلیں
چاٹ کر صاف کیں اور پھر لہر کر ایڑوں میں داخل ہونے
والی برف کو انھوں سے کھرچنے لگا۔ اس کی جہالت اس پر یہ سب
کچھ کر اور ہی تھی۔ اگر برف نیچے رہ جاتی تو کچھ دیر بعد اس کی
انگلیں معذوری کی حد تک دکھنے لگتیں۔ ضروری نہیں کہ ہاتھ
جانوروں کو دیکھنے کی باتوں کا تجربہ ہوا ہو مگر اس کے وجود
کی کھرابی اس کے سامنے ایک آواز سے اس کے دلے خطرے سے
آگاہ کر رہی تھی۔ اپنی اپنے گزشتہ تجربے کے باعث اس
موجود حال کی نزاکت سمجھنا تھا اس نے دایم ہاتھ دوستانہ
انکار کرنا گھوٹا کر چم جانے والی برف پٹانے میں بیٹھ کر مدد کرنا
پہاڑی۔ دوستانہ اشارے ہی اس کی انگلیاں اٹھنے لگیں۔ وہ
سری کی شدت پر ایک بار پھر تیرا نہ گیا۔ اس نے گھبرا کر
دو بارہ دوستانہ چمھا چا ہوا رہے ہاتھ بھٹوں میں دبا لیے۔

بارہ بجے کے قریب دن سپنا روشن ہو کر محرم کو سرسبز
مورج جنوب کی انتہائی سمت پر ہونے کے باعث تجمدوں پر
زیادہ اثر انداز نہیں ہو سکا۔ ساڑھے بارہ بجے وہ دھولان کے
بڑے موڑ پر پہنچ گیا۔ اسے اپنی تیز رفتار پر خوشی ہوئی۔ ”اگر
میں نے یہ رفتار کبھی نہ گھمی،“ اس نے سوچا۔ ”تو میں چھ بجے
تک کیسب میں ہوا، لڑکوں کو اسے سڑک کا قصہ سننا بارہواں کا۔ یہ
خیال آتی ہے وہ بھی مگر سب کچھ اسے سمجھنا اپنی حیثیت اور نہیں
کے بہن کھول کر کھانے کی پوچھنا کالے لگا۔ اس سارے عمل میں
پندرہ سیکنڈ سے زیادہ نہیں گئے، مگر ان تک اس نے ایک مرتبہ
پھر اپنی اگلیاں سن ہوئی مخصوص کیں۔ وہ بارہ دستانہ چڑھانے
کے بجائے اس نے اپنے ہاتھ زور سے گھولی پر پٹے، اور پھر
برف سے ڈھکے ایک سستے پر بیٹھ کر کھانے کا ردال کھولنے لگا۔
ٹانگ سے ٹکرانے کے نتیجے میں اس کی اگلیوں میں آنے والی
طاقت اتنی جلدی ختم ہوئی کہ اس پر سیکسٹ ماری ہو گیا۔ ابھی وہ
بمٹ کا ایک ٹکڑا منہ میں نہیں ڈال سکا تھا کہ اس کے ہاتھ
وہ بارہواں گھمے۔ تجمد اس نے دوسرے ہاتھ سے دستانہ تار کر
تیزی سے بمٹ منہ میں ڈالنے کی کوشش کی مگر اس مرتبہ
ہوتوں پر بھی برف کی چٹکی تھپ تھپ سے منہ نہیں کھلنے دیا۔ آگ
ٹاپے بغیر کھینچ نہیں ہو سکتا تھا۔ اب تک اسے آگ جلانے کا
خیال ہی نہیں آیا تھا۔ جب وہ کھلیاں جسے کھیلنے کے اہوا تو
اسے معلوم ہوا کہ اس کی ایزاں بے جان ہو چکی ہیں۔ وہ گھبرا
کر دوڑنے لگا۔ دوڑنے کی مشقت سے اس کی ایزاں میں
زندگی کی رقی نمودار ہوئی تو وہ سانس درست کرنے کیلئے رک
گیا۔ ”یہ خوفناک خنڈ ہے۔“ اس نے دل میں کہا اور ہمتی

باشعہ کے بارے میں موابا جس نے اسے اس علاقے کے موسم کے بارے میں سمجھا ہوا تھا "میں نہیں جانتے" مقامی باشعہ ہوا تھا "یہاں کی سردی بھی کبھی تمام حدیں پار کر جاتی ہے۔" اس وقت وہ مقامی باشعہ کے بات پر ہنس دیا تھا کہ اب اپنی کو اس کی بات سمجھ میں آ رہی تھی۔ یہ واقعی سردی کی انتہا تھی۔ وہ پھر دوڑنے لگا۔ پکھوہر بعد اس کے خون کی گردش میں کچھ تندی آئی تو وہ اجال کمال اللہ روشن کرنے چلے گیا۔ منجھ پانی سے گزرتے موسم گرما میں جمع ہونے والی خشک شاخیں کھینچ کر لانا آسان نہیں تھا مگر وہ پوری قوت سے مصروف عمل رہا۔ آہستہ آہستہ وہ آگ دھکانے میں کامیاب ہو گیا۔ بلند ہوتے دھندلے دیکھ کر اس کا جیبا کھوٹی سے رقص کرے۔ اللہ کی بخشش میں اس نے سب سے پہلے اپنے چہرے پر بخندے والی برف بکھائی اور پھر قافۂ خود کے اعزاز میں تیزی سے بکٹوں پر مڑ جانے لگا۔ آگ دیکھ کر کتنے سے خوشی میں آوازیں نکلیں اور اللہ کے گرد چکر لگانے کے بعد انھوں میں پھینکے خیلوں کا عکس لیے جلتی گزروں کے پاس بیٹھا گیا۔

مرکزی وادی میں پہنچ گئے تھے۔ سوچ کر اسے اطمینان محسوس ہوا اور اس نے وہیں بیٹھ کر کھانا کھانے کا فیصلہ کیا۔

کھانا اُسے وہاں بیٹھے دیکھ کر باغی کے اعزاز میں بھجوا دیا جانور کو اپنے مالک کی یہ حرکت قطعی پسند نہ آئی تھی۔

چاروں طرف شدید سردی سے پیدا ہونے والی ہتھکنڈ اور اداسی چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے آج سے پہلے اس رات سے پر کوئی مسافر نہیں گزرا۔ ایسی صورتحال میں کس کی جہلت اسے مضطرب کر رہی تھی۔ مگر انہی غموں پر غور کرنے والے اخص نہیں تھا۔

خاص طور پر اس لمحے اس کا پس سونے کو کچھ نہیں تھا۔ بس وہ اتنا جانتا تھا کہ کھانے کے بعد وہ بارہ چلنا شروع کر دے گا اور چھ بجے تک اسے ساتھیوں کے یکپ میں بیٹھا ہوگا۔ اسے اپنی چٹائی بھی بری نہیں لگ رہی تھی۔ اس وقت کوئی ساتھ ہوتا بھی تو ہونٹوں پر بھی برف کی تہہ کے باعث اس سے ٹھنڈک نہیں جا سکتی تھی۔ اس لیے وہ خاموشی سے قہر کا چپٹا مارا اور اپنی داڑھی پر پیک کی آئینہ نما دیوار بڑی ہوتے دیکھا رہا۔

کبھی کبھی اسے یہ خیال بھی آتا کہ آج جتنی ٹھنڈا اس نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وقفے وقفے سے وہ اشعوری طور پر اپنے دستاں کی پشت سے ناک اور گالوں کو سہلانا لگتا، جنہیں جوں ہی ہاتھ رکھتا اس کے گال دو بار روشن ہو جاتے۔



جنگی تھی۔ کئے کو درجہ حرارت تاپنے کے آلات کا کام نہیں تھا مگر
ہے اس کے ذہن میں موسموں کی شدت کا کوئی خاص تصور بھی
نہ موجود نہ ہوگا۔ انوروں کی جبلت چیز ہے۔ جب انہی
چیزوں کی کھیلنے سے کھلنے کے لئے موسم کا اثر تو اس
پر چھڑک گیا تھا۔ اسے ایک مہمہم سا خوف محسوس ہوا۔ وہ اپنے
اگ کا پوتا بنا پتا تھا۔ اسے جلد از جلد کسی پناہ گاہ میں جا کر اگاؤ
روشن کرنا چاہیے۔ کس آگ کے استعمال سے واقف تھا۔ وہ
اگ کا خوشامیٹ منہ تھا۔ دوسری صورت میں وہ برف کھود کر اس
میں دیک کر بیٹھ جاتا تھا۔ اس طرح وہ اپنے جان کے حرارت کو
دہوا سے بچا کر اپنی گرمی اوڑھ رکھتا تھا۔

کئے کہنا اس کے سانس کی ٹھنڈی سے سلیڈ ہو گیا۔ اس کی ناک، جھڑا اور لپکیں برف کی سلیڈ تھیں جس میں چھپ گئی تھیں۔ انہیں کا چہرہ بھی ہوا سے پیدا ہونے والی تھی جسے سے سلیڈ ہو چکا تھا۔ خاص طور پر اس کی داڑھی اور مونچھیں سرائس کے ساتھ مزید سلیڈ ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ انہیں کے ساتھ ہی سلیڈ تھا کہ دو تمباکو چھاپا تھا جب بھی وہ تمباکو کی پیک لگتا تو تمباکو کے رس کی داڑھی کی داڑھی پر جمی رہ جاتی۔ وقت گزرنے کے ساتھ تمباکو کے رس کی شفاف تھہر بڑی اور گہری ہوتی تھیں۔ انہیں منہ کے بل گرنا تو بے حس تھا۔ اس کے طرح ٹوٹ کر بڑے بڑے داڑھی اور بے کوئی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے تمباکو کو کھانے والوں کو اپنے شوق کی بے قیمت ادا کرتی رہتی تھی۔ انہیں اس سے پہلے دو مہرے دو سطحوں میں مہرے جو بھی کر چکا تھا۔ کڑو شیلوں مہرے پر آج بھٹی سردی نہیں تھی۔ اسے بعد میں معلوم ہوا تھا کہ اس دن درجہ حرارت منفی تھیں اور اس سے کم رہا تھا۔

دن کا آغاز شہر سردی اور دھند سے ہوا تھا۔ روشنی ہونے پر اس نے ایک لمحے کے لیے چاروں سمت نظریں دوڑائیں اور سر ہچکا کر متروک پہاڑی راستے پر روانہ ہو گیا۔ مطلع صاف تھا مگر تیز ہوا اس کی اداؤں کو کھینچ کر ہلکے ہلکے تھمکے لہریں تھمکی جی رہی تھیں۔ وہوں میں پیدا ہوتی ہے جب آسمان پر سورج بھی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ بہر حال ابھی کی لا پوائی سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس طرح کے موسم کا عادی ہے۔

اس نے گھوم کر اس راستے پر نظر ڈالی جہاں سے وہ آیا تھا۔ یہ راستہ تین تین برف تلے ڈھکا تھا۔ برف کے اوپر تقریباً آٹھ میٹریں زم برف کی تھیں۔ چاروں سمت برف کی سفیدی پھیلی تھی۔ جہاں زمین کی سفیدی اور آسمان کی نیلا ہوا کا ملاپ ہوتا تھا وہاں ایک بھورے رنگ کی کلیئر اور واضح جھوٹا پر شمال جنوب کی پہچانی تھی۔ یہ مرکزی راستہ تھا جو دونوں سمتوں پر برقائی طوفانوں کے علاقے سے باہر جاتا تھا۔

منجھد سورج، انتہائی سرد اور شدید آدھی اس کا سر پر کوئی
اشرفیں ہوتا تھا۔ وہ ایسے موسم کا عادی تھا کہیں اگر وہ سردی
مقلد ہوتا تو اس ماحول میں داخل ہونے کی غلطی نہ کرتا۔ اس کا
جسم مضبوط تھا مگر اس کی ذہانت باہر نہیں نکلتی تھک مگر بھی۔ وہ اشیاء
کوان کی غلطی حالت میں پرہیزگار تھا، لیکن مختلف چیزوں کے
باہمی میل سے پیدا ہونے والی صورت حال کی تجویز کر کے اس کے
بیس سے باہر تھا۔ سفر سے پچاس روپے کے درجہ حرارت بہت
زیادہ سردی کی نشاندہی کرتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے باخبر تھا،
اور اس کی شدت کو تسلیم کرتا تھا، مگر اس صورت حال سے اس
کے دھیان میں انسانی بدن کی کمزوریاں اور زندگی کی مجبوریاں
نہیں آتی تھیں۔ اگر انتہائی ایسا کرنے کے قابل ہوتا تو یقیناً وہ
اس مرحلے سے آگے بھی سوچتا اور یوں وہ انسان کے فانی
ہونے پر اور کائنات میں فرد کی وقتی موجودگی، اور دائمی عدم
موجودگی پر بھی غور کرتا، لیکن وہ سوچ بچار کرنے والا آدمی نہیں
تھا۔ صفر سے پچاس روپے کے درجہ حرارت اس کی فانی
انتہائی کم درجہ حرارت تھا اور جانتا تھا کہ اس درجہ حرارت کا
مقابلہ، ان کی کمزوری، مسموئی گزراہیں، گرم ہستانوں اور ٹھکانوں کی
نبی ہوئی کوچوں سے کیا جاتا ہے۔ اسی شدید غمٹ کا کوئی اور
مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ سوال اس کے لیے ہے معنی تھا۔

آگے بڑھتے سے پہلے اس نے کچھ سوچ کر زمین پر قہقہہ
اور اچانک وہ ٹھٹھک گیا۔ ٹھوک زمین پر گرنے سے پہلے جھپک گیا
تھا، اور اس سے کھڑکھڑاہٹ کی آواز پیدا ہوئی تھی۔ اس نے
دوبارہ قہقہہ، ایک بار کھڑکھڑاہٹ سے کچھ حیران رہ گیا۔ وہ
جانتا تھا کہ درجہ حرارت صفر سے پچاس درجے کم ہو تو ٹھوک
برف پر گر کر آواز پیدا کرتا ہے۔ مگر یہ صورتحال مختلف تھی۔
ٹھوک ہوا ہی میں غوص شکل اختیار کر رہا تھا۔ بالمشابہ اس وقت
حتیٰ پچاس سے زیادہ ٹھنڈی جین سردی کی شدت پر غور کرتا
الحاصل تھا۔ اسے ہر حال میں میٹرن ٹیمپ پچھتا تھا۔ جہاں
اس سے دیگر سامعین موجود تھے۔ انہوں نے اٹھین کر کیس کا
سیدھا راستہ اپنایا تھا جبکہ وہ موسم گرما میں ایجنسے کے حصول کا
بازرہ لینے کے لیے چرندوں کی کھجکی بانب سے غمگین آتا چاہتا
تھا۔

بہر حال چھپے چھپے تک وہ ایک دم کھڑے ہوگا، جہاں اس کے
ساتھی روشن الاؤ کے گرد بیٹھے تھیں، گھر سے ہوں گے اور رات کا
کھانا گرم کیا جا رہا ہوگا۔ کھانے کا خیال آنے پر اس نے اپنی
جینٹ کو ہاتھ سے باہر کھینچ لیا کہ مگر اس کے دور ان کے کھانے
کا سامان محفوظ ہے۔ یہ چند بھٹکے تھے جہاں سے ایک دو مال
میں لپیٹ کر اپنے سینے کے ساتھ باندھ لیے تھے۔ اس طریقے
سے کھانے کی چیزیں بچنے سے محفوظ رہتی ہیں۔ وہ بدان کے
ساتھ چسپاں خوراک کو کھینچ کر کے مسکرایا اور خزاں زدہ
درویشوں کے چہنڈے میں داخل ہو گیا۔

چڑھائی کا راستہ دھواں تھا اور برف کے انبار میں پاؤں
ایک ایک فٹ اندر دھنسنے رہے تھے۔ اس نے دل میں شکر ادا
کیا کہ وہ سامان کے بغیر سفر کر رہا ہے۔ ایسے حالات میں ذرا
سادن بھی ناقابلِ برداشت ہو جاتا ہے لیکن خوش قسمتی
اس کے پاس سینے میں لگے بکسٹوں کے علاوہ کوئی سامان نہیں
تھا۔ اس لحاظ سے وہ خوش قسمت تھا مگر بہر حال سردی کی
شدت اسے حیران کر رہی تھی۔ اس نے اپنے دستوں کی
پشت سے ناک اور گالوں کو سہلایا۔ واقعی بہت ٹھنڈی تھی۔ بہت

مشاہد کار ادب



اپنی ناگوں کی موجودگی کا یقین کرنے کے لیے سر جھکا کر انہیں زمین سے نگراتے ہوئے دیکھنا پڑ رہا تھا۔ جب وہ سر اٹھا کر دوڑتا تو ہے جس ناگوں کے باعث اسے یوں لگتا جیسے وہ زمین سے کسی تعلق کے بغیر ہوا کو چرتا چلا جا رہا ہو۔

وہ اپنے اس ارادے پر پختی سے قائم تھا کہ اس بات سے
نیکب دوڑتے چلے جانا ہے۔ وہ نوکڑا اور گرجا اٹھاتا اور
پھر دوڑنے لگتا۔ لیکن ایک مرتبہ جب وہ پھل کرس کے بل کر گاتو
دوبارہ اٹھ کھڑے ہوئے میں ناکام ہو گیا۔ ”مجھے فوراً آرام
کر لینا چاہیے۔“ اس نے سوچا ”آرام کے بعد میں کھڑا ہو
جاؤں گا اور پھر جتنا قدرتی سے نیکب تک چلتا جاؤں گا۔“ یہ
سوچ کر وہ برف پر ہی بیٹھا رہا اور اس نے محسوس کیا کہ اس بات وہ
خاصا گرم اور بھر محسوس کر رہا ہے۔ اس کی کیا پہچانت دور ہو گئی
تھی اور اس کے سینے میں حرارت کی بجلی کی لہریں ابھر رہی تھیں
تھی، لیکن جب اس نے اپنی ناک اور گالوں کو چھوا تو ان میں
زندگی کا کوئی احساس نہیں تھا۔ دوڑنے کی مشقت اس کے جسم
کے منہج حصوں پر بڑے اثر رہی تھی۔ اعضاء کی سب ایک نہیں
پاکلی تھی۔ نیکب اسے محسوس ہوا کہ جسم کا منہج حصہ پھیل رہا
ہے۔ ابھی سے فوراً اس خیال کی دہشت ہی اسے مار ڈالنے
کے لیے کاٹی تھی۔ وہ چیخ مار کر پھل پر اور اذیت زدہ چہرے
کے ساتھ ایک باہر جاری قوت سے بھاگنے لگا۔

اور تمام وقت کتا اس کے ساتھ دوڑتا رہا۔ جب دوسری مرتبہ لکڑا کر گراتو کتے نے اپنی دم پٹیلی اور پیچھے کے سامنے بیٹھ گیا۔ کتے کی آنکھوں میں جھنس تھا۔ وہ پوری توجہ سے اپنے مالک کو سمجھ رہا تھا۔ کتے کے اطمینان اور سکون پر انہی فحش ناک ہو گیا۔ اس نے بلند آواز میں جاؤ جاؤ کہیاں دیں، مگر وہ اس کو ان خواہش سے اسے دیکھتا رہا۔ اس مرتبہ دوڑنے سے انہی کی سسکیا بہت کم ہونے کے بجائے بڑھ گئی تھی۔ بالا خرد وہ موسم سے جنگ بار بار تھا۔ سردی ہر طرف سے آتی تھی۔ کتے بن کے دال ہو کر اسے فطرت کر رہی تھی۔ وہ ایک مرتبہ براہِ کر کہا کہ مگر اس بار جلد لکڑا کر دو بارہم کے محل مگر۔

”بہادر ہمیشہ باوقار اعزاز میں موت کا سامنا کرتے ہیں“۔ اوتدے لیے ہوئے اس نے سوچا۔ پھر اسے اس مرتضیٰ کا خیال آیا جو کبھی کبھی کوئی گردن کے ساتھ بہا کر پڑتی ہے۔ یہ ایک عجیب خیال تھا۔ شاید وہ بھی کوئی گردن کے ساتھ بہا گئے کی اقتداء کو کوشش کرتا ہوا تھا۔ بہر حال اسے وہ بوجھ مرد ہو کر مرنا تھا۔ یہ اس کا مقصد تھا۔ اور اسے اپنے مقصد کو ایک مرد کی طرح قبول کرنا چاہیے تھا۔ اس خیال سے اس نے سکون محسوس کیا اور اس کے ساتھ ہی اس پر فطرت کی پہلی بھر پور طاری ہوئی۔ ”میتھ کے دوران موت آجائے تو مجھ کو کچھ نہیں ہوتا“۔

سوچا..... مرتضیٰ سے اسے کمر کرنا یاد آجائے گا۔ اور اس مرد نے فطرت کے لحاظ سے اسے کمر کرنے کا سب سے زیادہ مرد

طریقہ ہے۔ درختوں آدھی کے ساتھ کچا پھینک دیا ہوگا۔
اس نے دیکھا کہ دوسرے دن انھوں کو اس کی لاش مل گئی
ہے۔ اسے حیرت ہوئی کہ وہ خود بھی انھوں کے ساتھ کھڑا اپنا
جسم دیکھ رہا ہے۔ وہ اپنی تلاش کرنے والے گروہ میں شامل تھا
وہ اپنی بہت ٹھنڈی سانسے برف پر چڑی اپنی لاش دیکھ کر
اسے خیال آیا، ”گھر واپس پہنچ کر میں انھیں تاشوں کا گروہ
اصل میں بھی کیا ہے۔
سانسے مقامی بادشہ گرم کپڑے پہنے اطمینان سے بیٹھا
تھا کہ کسٹل سے رہا تھا۔

”تم صحیح کہہ رہے تھے، دوست..... جمہوری بات لکھنا
 تھی“۔ ابھی نے مقامی اسٹنڈے کے تصور سے خطاب کیا پھر
 بارہوا اٹھ گیا۔ اس پر انتہائی آرام دہ اور پسکون خند مقامی
 ہو رہی تھی۔ کتاہرے اس کے سامنے بیٹھا اس کا انتظار کر رہا
 تھا۔ دن اختتام کو پہنچ چکا تھا، لیکن آواز روشن ہونے کے کوئی
 آثار نہیں تھے۔ کتے نے آج تک کسی کو اس قدر تھرا پھڑھڑ میں
 آگ جلائے بغیر برف پر بیٹھے نہیں دیکھا تھا۔ شام کی تاریکی
 گہری ہوئی تو چادر نے خوفزدہ آواز نکال کر ابھی کو آگ کی
 ضرورت کا احساس دلانا چاہا مگر وہ دستور پر حسن و حرکت
 بیٹھا رہا۔ تلک آ کر کتا آہستہ آہستہ اس کے پاس آ گیا۔ موت
 کی بو محسوس ہی کتے نے چونک کر ساری بھری، اور جھٹکے
 سے چپے تھ گیا۔ پھر مرد بڑبڑاتا آواز سن کر اٹھا کر ابھی
 ہوئی آواز میں جھونکا رہا۔ پھر اس نے کیپ کا رخ کیا، اور
 آہستہ آہستہ اس طرف کروانہ ہو گیا جہاں الاؤ کے گرد جھپٹے تلک
 سے تھے اور کھانا تقسیم کیا جا رہا تھا۔

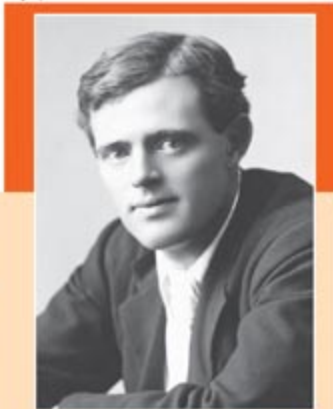
برف پر بیٹھ گیا۔ لیکن اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کتے کو بازوؤں میں لیے وہ دیر تک برف پر بیٹھا رہا۔ کانٹوں تک کارہ بازوؤں کے ساتھ وہ نہ چاہتا تھا استعمال کر سکتا تھا اور نہ کتے کا گلہ بازو سکتا تھا۔ جگ آ کر اس نے کتے کو چھوڑ دیا۔ جانور خوف زدہ آوازیں نکالتا، اپنی دم ناچوں میں دباؤں کے دور تک ہٹا گیا۔ خشک درختوں کے چمٹے کے پاس پتلی کرور کر گیا، اور گھوم کر ابھی کو حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔ ابھی نے سر جھکا کر اپنے ہاتھ تلاش کرنے کے لئے دائیں بائیں دیکھا۔ کتے بازوؤں کے اختتام پر اس کے ہاتھ لگ رہے تھے۔ "کس قدر عجیب بات ہے۔" اسے خیال آیا "اپنے ہاتھ دھوٹنے کے لئے مجھے اپنی آنکھیں استعمال کرنی پڑ رہی ہیں۔" اس نے گھبرا کر ایک بازو اٹھائے ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے ٹکراتا شروع کر دیا۔ دیر تک وہ دھڑکی قوت سے بازو پھٹا رہا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ لیکن اس کے ہاتھوں میں زندگی کا کوئی احساس پیدا نہیں ہوا۔ جوں جی وہ آنکھیں بند کرتا اس کے ہاتھ میں جاتے۔

افسانہ نگاری کے میدان میں ہم جوں کی توڑ فسانے کی پنی قدرو قیمت اور حیثیت ہے۔ اس طرح کہانی میں کردار اپنے ماحول کے تاثر میں نمایاں ہو کر نمودار ہوتا ہے اور واقعہ کی اس منزل تک پہنچتا ہے جہاں تک افسانہ نویس سے لے جانا چاہتا ہے۔ ہم جو کہانی کی ایک لحاظ سے عام کہانی ہے، یہ مختصر ہے افسانہ نگار کے ذہن میں آنکھیں سے کہانی کا انعام واضح ہوتا ہے آغاز اور انجام کے دوران پیش آنے والے واقعات بھی ایک خاص دائرے میں رہتے ہوئے ہی تہیہ ملی کے عمل سے گزر سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے عام کہانی کہنے والوں کی نسبت جغرافیائی ماحول کی پابند کہانی کہنے والے فن کار کو زیادہ پابندی رہنا ہوتا ہے۔ امریکی ادب کا بنیادی میں "میلوڈ" میسٹر پیٹریکسن نے اکثر ملکہ کا تصور پھر اس نے جبکہ لندن جیسے ادیب کے ماحول پر روش ڈالی۔ اسکے باوجود بیسویں صدی میں امریکی ادب اکثر ملکہ کی ادیب کیوں تخلیق کرتے رہے؟ یہ عہد ہے!

جیک لٹن زندگی کو ایک خاص زاویے سے بہت خوب دیکھتا تھا۔ یہ جہد تھا کہ زاویہ یہ اور یہ اہم ہے کہ ادب، دنیا کو پانی سے باہر کھینچ لی جانے والی پھسل کی آکھ سے بھی دلچسپ دیکھ جائے۔ اسی مشاہدے میں خوبو جانگہرائی سے زیادہ پلاسٹک کی جانب لے جاتا ہے۔ یہی اسی اہم جوہر گو کی خوبی ہے جس نے چالیس برس کی عمر میں بے کسی کی موت سے بچنے کے لئے خودکشی کر لی تھی۔

اسے خیال آیا کہ بات باتوں اور پاؤں کے خدائے ہوئے تک جھک دوئیں رہی تھی، بلکہ بات زندگی اور موت کا سوال تھا۔ موت کا خیال آتے ہی دو زور پڑ گیا۔ اس طرح مرنا بھی اس کے تصور میں بھی نہیں آیا تھا۔ ایک دو برف پر اچھلتا، پھلتا کیپ کی طرف دوڑنے لگا۔ اس نے زندگی میں بھی اتنا شدید خوف محسوس نہیں کیا تھا۔ سخت جسمانی جدوجہد کے سبب اسے چیزیں بار بار دھنڑھن کر لگیں۔ نہ بہت پہاڑی جالوں کے کنارے، نراں رسیدہ درختوں کی شاخیں اور سردی سے خطرناک ہوا آسان۔ ہالوں کی طرح اچھل کود کرنے سے اس کے خون کی گردش تیز ہو گئی تھی جس کے باعث وہ کاپ نہیں رہا تھا۔ ”دھکن“ ہے اس نے خود سے کہہ کر اگر میں یوں ہی بھاگتا رہوں تو میرے پاؤں زندہ ہو جائیں، یا اس دوران میں کیپ تک پہنچ جاؤں ظاہر ہے مجھے چند انگلیں کا نقصان تو برداشت کرنا ہی پڑے گا اور چہرے کا ایک حصہ بھی ہمیشہ کے لئے ملغوبہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر میں کیپ پہنچ گیا تو لڑکے میرا بیوہ، جو بدلہ نہیں لے“ اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں یہ لڑخیز خیال بھی ابھر رہا تھا کہ وہ بھی کیپ نہیں پہنچ سکے گا۔ الا کہ گرد و پیش قہقہے لگتے لڑکے اس سے بہت دور تھے اور اس کا بدن تیزی سے انجماد کی جانب بڑھ رہا تھا۔ بہت جلد اس کی لاش برف پر لوہے کی طرح ٹھنڈی اور انکڑی ہوئی پڑی ہوگی۔ وہ اس ہولناک خیال کو بار بار پیچھے دھکیلتا مگر مرتبہ بہ خیال زیادہ شدت سے ابھر کر سامنے آتا۔ اس کے لیے یہ بات بھی دہشت ناک تھی کہ وہ مرنے سے پہلے ان ہالوں پر دوڑ رہا تھا جو کچھ بھی محسوس نہیں کر رہی تھیں۔ اسے

میں ایک تیل کو لگا کر کیا اور اس کا پیٹ چرچر جانو کے پیٹ میں داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھتے دیکھتے تک خود کو محفوظ رکھا۔
 ”میں سچی“ ابھی نے کتے کی زبان دیکھتے ہوئے خود کو ی کی۔ ”میں سچی اسے مار کر اس کے گرم بدن میں ماہر کا دستا
 ہوں۔ جس ذرا سی جھپٹی تو چاہے۔“ ہاتھوں میں جان لوٹ
 کی تو سب ٹھیک ہو جانے لگا۔ پھر ادا روٹن کرنے میں دیر
 نہیں لگے گی۔ ”اس نے کتے کو اپنے پاس بلایا لیکن اس کی آواز
 نہ آیا۔“ اٹھ کھڑی ہو کر اپنے دروازے کی پٹائی پر اسکی جھپٹی
 دیکھ کر خوفزدہ ہو کر بھاگ پانے لگا۔ ”جیڑے جانو کے پیٹ
 بہت گھٹکے ہوئے ہیں اور اس کی جیبت نے اسے خبردار
 کر رکھا تھا۔ جانو تو نہیں اسکا تھا کہ دو سچے سے ڈر رہا ہے،



عالمی ادب کا تقریباً نصف حصہ صرف موت کا لوح ہے، تمام فلسفی تمام ادیب، پر تخیل و ذہن کے تمام لوگ بالآخر موت اور موت کے سوال پر ٹھک جاتے ہیں۔

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب کس طرف سے آئے تھے کافر چلے " جسے جانی کی طرف لے جایا جا رہا ہو صرف وہ آدمی آزادی کا تصور کر سکتا ہے۔ البرٹ کامیونے حرف آخر کہا جاتا تھا۔ اور جب لندن ان لوگوں کو بہت غور سے دیکھا تو اس کا تصور کر سکتا تھا۔

بیک لنڈن اپنے زمانے کے امریکی ادب اور ادیبوں سے بہت آگے تھا اور وہ اپنے بعد آنے والے مشہور عالم "ارنست ہیمنگویو" سے بھی بہت آگے تھا۔ یہی اسی طرح کی موت کے بارے میں بہت سوچنا تھا، مگر وہ لنڈن کی طرح حالت مرگ کا تجربہ کرنے کے قابل نہیں تھا۔ بیک لنڈن کا مضبوط بدن اسے ہمیشہ جی میں بہت دور رکھا۔ اگر اس کا جسم کمزور نہ ہو، تو کبھی جی جاتا تھا۔

مکرمو کی انجانا احساس اسے آج مالک سے دور کھڑا تھا۔ اس نے ابھی کی آواز پر کان کھڑے کیے اور آہستہ سے دم بھی لائی، مگر اپنی جگہ سے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ ابھی کچھ دیر تک سے پیار سے پکار رہا تھا۔ مگر ابی آواز کو بے اثر یا کراؤ خراب اس کے کھٹکوں کے بل کئے کی سمت بڑھنا شروع کر دیا۔ مالک اس کے عجیب جسمانی انداز نے کئے کو مزید ہوشیار کر دیا اور وہ ایک خوفزدہ آواز ڈال نکال کر اس سے دور ہٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر ابھی کچھ دیر برف پر بے حس حرکت بٹھار یا پھر اس نے دستوں کی مدد سے پاؤں پر دستاں چڑھا لئے اور اٹھ کر کھڑا ہوا۔ کھڑے ہونے کے بعد اس نے جبکہ کر دیکھا اور مطمئن کیا کہ وہ واقعی کھڑا تھا۔ انگوں کی کھل بے حس کے بعد وہ زمین سے اپنا تعلق کھسک نہیں کر پا رہا تھا۔ اس نے کئے کو عام آواز میں پکارا۔ وہ درحہ وہ حالت میں کھڑے ہوئے گا انا ز اور معمول کی آواز اتنی پر غریب تھی کہ کتا چوہ کے میں آ گیا اور اپنی قناداری کے پاؤں پیچور ہو کر آہستہ آہستہ اس کے نزدیک آنے لگا جو بے حد قریب آیا، ابھی اس پر جھپٹ بڑا، مگر جھراہٹ میں وہ یہ فراموش کر بیٹھا کہ بے جان اعضا کے ساتھ وہ کئے کو بلا کر نہیں کر سکتا ہے۔ اس نے کئے کی گردن کو گرفت میں لینے کی کوشش کی، لیکن اس کے مردہ ہاتھ جو کتا کو مارا گا دیا نے میں کام کرے۔ اس کی اکڑی ہوئی انگلیاں مڑ کر کئے کے وجود میں نہیں اتر سکتی تھیں۔ اس سے پہلے کہ جانو گھبرا کر کچھے پٹا، ابھی نے آخری کوشش کے طور پر اپنے بازو اس کی کمر کے گرد مائل کر دیئے۔ کئے نے چپکے کی سمت زور لگا دیا مگر ابھی بازوؤں کی طاقت سے اسے اپنے سینے سے چٹائے

[illegible]

کچھ دن بعد انہی کی انگلیوں میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی انہی نے اپنے ہاتھوں کو زیادہ محنت سے پٹنا شروع کر دیا۔ زندگی کے دھم آواز آتے بہت بڑھنے اور آخر کار ایک ماحول پر داشت رو میں تبدیل ہو گئے۔ لیکن انہی کے لیے یہ اذیت بھی خوش آئند تھی۔ اس نے کوئی وقت ضائع کے بغیر دائیں ہاتھ کا دستار تار اور دھتے ہوئے ہاتھ سے چاکس کی ڈبیا لٹائی۔ دستار تار نے اس کی انگلیاں نہایت تیزی سے دوبارہ آکر نئے نکلیں۔ جب تک وہ جاسے تھیں نکال کر اسے روشن کرتا۔ یہ بناوٹ خنڈے اس کی انگلیاں دوبارہ بے حس و حرکت کر دیں۔ انہی نے ہونٹ اتاروں میں کھنچ کر ہر طرف طاقت سے آڑی ہوئی انگلیوں کو متبادل کیا۔ اس کو کشش میں جاسی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر برف پر جا گری اور اودھ ڈوبی کی تیلیاں ابھر دیا پھر نئے نکلیں۔ وہ ڈبیاں اور تیلیاں اٹھانے کے لیے برف پر جھکا کر کام کو سیدھا کھڑا اٹھانے لگا۔ مردہ انگلیاں چھوئے اور گرفت پکڑنے کی حسوسیات سے غم و ہوشی نہیں۔ اس نے اپنے جگر و جہاز پر کمزور کردی۔ اس میں درد دلی سے نکالا اور اپنی تمام ہیکل اور چھوئے کی وقت سے زیادہ بکھنے کی طاقت پر مجبور کرتے ہوئے اپنے ہاتھ جاسی کی دونوں سستوں پر لے گیا۔

پراس نے اسقاط سے دونوں کو ماحس کی طرف پھینکا شروع کر دیا۔ اس تمام مدت میں دو ماحس کو کھوسے سے دیکھ کر ماحس تھما ماحس سے جا لگے تو اس نے ایک جھٹکے سے بازو بلند کر لیا۔ ماحس کی دیا چھاپتیاں اور بہت سی برف کے اس کی گود میں آگری حریہ جدو جدو کے دھڑکاؤ پھتیلیں میں دبا کر تھیک سے لگا جس نے منہ کھولا تو اس کے ہونٹوں پر جیجی برف لپٹنے کی آواز آئی۔ دیا دھاؤں میں دبا کر وہ پھتیلیں کی حد سے ماحس جلائے کی کوشش کرنے لگا۔ لگا لگا آخر ایک تھیلی نے ساری بھری اور اس کی گود میں گر گئی۔ پھوہر پر بعد اس کے اس بہت سی اور اچلی تھیلیاں نظر آنے لگیں۔ دیا کی تھیلیاں شتم ہونے پر اس نے زمین پر بکھری سالمہ تھیلیاں اٹھائی چاہیں لیکن اس کے بے جان ہاتھ آج چھوٹی چیز کو گرفت میں نہیں لے سکے۔ ہاتھوں کے استعمال میں ناکام ہو کر وہ کھٹکوں کے بل گیا اور دھاؤں سے تھیلیاں اٹھانے لگا۔ منہ میں دہائی ہوئی لیکن اس نے کھٹکوں پر کھینچنے کے لئے رکھی دیا سے رگوں کو مٹا کر تھما۔ بعد مہرجہ ناکام ہونے کے بعد اس نے سر سیدھی لپٹنے کے لئے اٹھا تو دباؤ دوبارہ برف پر گر گئی۔

”مقامی باشندہ صحیح کہہ رہا تھا۔“ انہی نے ادا سی سے
 ”وچا۔“ منتی پچاس کے بعد تباہ نہیں اٹھانا چاہیے۔“ پھر اس نے
 ”میں بائیں نظریں دوڑا کر حدِ فکر تک پہنچی دھند اور وحشت کو
 سمس کیا اور خود سے کہا۔“ ساقی ضروری ہے۔ اس قدر وحشی
 موسم میں ساقی ضروری ہے۔“

آخری کوشش کے طور پر اس نے اپنے انھوں کو سینے پر
 آخر خرمن کر دیا۔ مگر اس سر پہ وہ ان میں زندگی کی رقت پیدا
 کرنے میں ناکام رہا۔ اسے محسوس ہوا کہ اب سر دی اس کے
 دھرونی اعضا پر اثر انداز ہو کر جسمانی اعمال کو منجمد کر رہی ہے۔
 چاک اس کی آنکھوں میں دہشت کی جنگ الجبری۔ یہ
 دہانہ کی صورت تھی۔ اس نے گہرا کمر اٹھایا۔ سامنے کتا بیٹھا
 تھا۔ کتے نے اپنے دو جو کو کا جسمیت اٹھ لیا تھا اب وہ بالوں سے
 ٹھک ایک بڑی گوندگ رہا تھا۔

کہتے کے چہرے پر اطمینان کے آثار دیکھ کر ابھی مجھ بھلا گیا۔ اور اسی لمحے اس کے ذہن میں ایک وحشی خیال نے جنم لیا۔ اسے مدتوں پہلے کا ایک واقعہ یاد آیا کہ سرک طرح ایک کوہ پائے جو برف باری کے طوفانوں میں گھس گیا تھا، آخری وقت

رفقاری سے منہد ہوئے تھے اور آج پہلو داس بات کا تصور دیکھنے
 نہیں کر سکتا کہ انکھیاں اسے کم وقت میں بے جان ہو سکتی
 ہیں۔ انکھیاں واقعی بے جان ہو گئی تھیں۔ وہ انہیں جس حرکت دینے
 سے قاصر تھا۔ خشک بینی پر ہاتھ رکھنے کے بعد وہ اپنی کوٹھوس
 نہیں کر سکتا تھا۔ اے جانک اے احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ اس
 کے اختیار سے باہر جا چکے ہیں۔ اس بات پر ہاتھ رکھنے کے
 بعد اسے دیکھنا پڑا کہ ہاتھ کتنا بے جان تھا۔ یہیں بائیں ہیں۔

”گھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ اس نے خود کو یقین دلایا۔ ”سامنے آگ روشن ہے، مسکاتی کھڑکیوں کے چمکنے کی آوازیں آ رہی ہیں اور زندگی سے لبریز شعلے ہوا میں لہرا رہے ہیں۔“ اس نے اپنے جوتے اتارنے شروع کیے۔ ان پر برف کی چربی تھی۔ موتی جڑائیں کھنکھوں تک لوہے کی طرح سخت ہو چکی تھیں، نکلے لادی تاروں کی طرح اکٹھے ہوئے تھے اور ان میں پڑی ہوئی گھروں کا کھٹا پتھر چمکنے لگا تھا۔ چٹخوں تک وہ اپنی بے جان انکھیں سے تمسوں کے ساتھ الجھتا رہا۔ ناکام ہونے پر اس نے جب سے سڑی چاقو نکالا۔ اس سے پہلے کہ وہ کٹے کاٹا، اس کی ہاتھیلی نے اعتراف پھیلایا کہ تمام ستوں کو تار تک کر دیا۔ اس نے اپنی سہولت کے لیے ایک خزاں رسیدہ درخت کے نیچے آگ روشن کی تھی جب تک تازہ ایدھن کی ضرورت پڑتی وہ درخت کی چھوٹی شاخوں کو کھینچ کر سیدھا جڑتکی آگ میں ڈالتا۔ اسی آسانی کی وجہ سے اس نے کھلے آسمان سے لاکڑ روشن کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا مگر درخت کی اوپر والی شاخوں پر برف کے ذریعہ چڑھتے اور مرتجہ باغلی نیچے سے کوئی ٹہنی کھینچ کر درخت ایزدی سے چوٹی تک جا ملتا۔ اس طرح درخت کی اونچی شاخوں پر بھی برف ہر بار غلطی کا اعزاز سے اپنی سے مسکاتی چلی گئی اور اس مرتبہ جب انہی نے ایک ٹہنی سے لپکنے دوڑ لگا دی چوٹی کی برف کی شاخ کی برف کھل کر نیچے والی شاخوں پر گر گئی اور دیاں برف کا دھیر ہ چلی شاخ پر بڑا ہوتا ہوا بگمہ بگمہ پڑ پڑنے لگا۔ لاکڑ میں درہماں آگرا۔ تمام شعلے سکڑا دیں بھر کر کھٹے ہو گئے اور جس جگہ ایک لمبہ جیشتر آگ دکھ رہی تھی وہاں برف کی ان کت چھوٹی بڑی ڈھیریاں دکھائی دینے لگیں۔

ابھی کے منہ سے ہے اختیار خواہش کی آواز بلند ہوئی۔ یہ ایک اور حقیقی جو عمر میں کے منہ سے موت کی سزا سننے پر لگتی ہے۔ کچھ دیر تک وہ پس و پیش و حرکت بیٹھارہا۔ اس جگہ کو دیکھتا رہا جہاں چند نعلی آگ دھک رہی تھی پھر اس کی آنکھیں کھینچ گئیں شاید یہ مقامی باشندے کی بات درست تھی۔ اگر وہ جتنا نہ ہوتا تو اس کا ساقھی دوبارہ لاوا دے دیتا۔ بہر حال اب اسے خودی دوبارہ بہت کی تھی۔ اور اس مرتبہ اسے پہلے سے گمان زیادہ جھٹل رہتا تھا۔ اس کے پاؤں بری حالت میں تھے اور دوبارہ آگ جلانے میں وقت دے رہا تھا۔ اس طرح اس کا مامی کی صورت میں بھی کسی کے پاؤں کی چند انگلیوں کا نقصان بہر طور برداشت کر رہا تھا۔

ان حالات کے ساتھ وہ تن دیے سے کام میں مصروف ہو گیا۔ اس بار آگ کے لیے اس نے درختوں سے بہت کراہیک جگہ کا انتخاب کیا، ایسی جگہ جہاں کوئی شخص درخت سے بچنا نہ سکے۔ خشک گھاس اور فھنسا ہوا جھکڑ بننے کرنے کے لیے وہ ہاتھوں کی انگلیاں استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ کھڑکی پر دو چوڑے ہاتھوں کے درمیان رک کر رکھ دیا گیا کہ جس میں تھا۔ انگلیاں استعمال نہ کرنے کا اسے نقصان ہوا کہ برہنہ کی کے ساتھ وہ بہت سا غیر ضروری گھاس چھو س بھی کھینچ لیا۔ لیکن ایسی صورت حال میں اس سے مشکل سے بچنا ممکن نہیں تھا۔ یعنی یہ وہ آگ جلانے کی جان توڑ کوشش میں مصروف رہا۔ اس کا کتا اسے غور سے دیکھتا رہا۔ بکے کی آنکھوں میں اس کے لیے چٹائی جھلک جھی۔ مابک الاؤ تیار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ کام ختم نہیں ہو گیا۔ مابک الاؤ کی چٹائی میں سے کابھی نہ نکلا۔

جب ضرورت کی تمام چیزیں جمع ہو گئیں تو ابھی نے اپنی جیب سے ماحس کا لٹانی چابی اور لیفٹ اس پر آنے والے لکھوں کا خوف سائیہ ڈال دیا۔ چاہے وہ جتنی کوشش کرتا کرڈی ہوئی انگلیوں کے ساتھ جیب سے ماحس نکالنا ناممکن تھا۔ ماحس جیب میں موجود تھی۔ اسے تیلیوں کے چھٹکنے کی آواز آ رہی تھی مگر خندہ ہاتھوں کے ساتھ مخصوص لباس کی گہری جیب سے ماحس برآمد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور ابھی نے علم میں تھا کہ اگر گردن والا ہر لمحہ اس کے پاؤں کو ناقابل حلوانی نقصان پہنچا رہا ہے۔ وہ خوف کی شدت سے پھٹا رہ گیا۔ اس نے داکٹروں سے دستانے اتارنے اور زور زور سے پاؤں